

۳۔ دل شکوہوں سے لبریز ہے۔ مٹنے کھلے گا تو زبان پر شکایتیں آئیں گی اور ممکن ہے، شکایتوں پر محبوب خفا ہو جائے۔

۴۔ اگر شکایتیں بھی کیں تو ان سے محبوب کے دل پر کیا اثر ہوگا، لہذا پاس وضع کا تقاضا یہی ہے کہ چپ رہے۔

۵۔ ممکن ہے، میرے گلے شکوے غیروں کے لیے خوشی کا سامان بن جائیں اور مجھے یہ منظور نہیں۔

غرض مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں۔ مرزا نے اسے مبہم چھوڑ دیا اور شعر پڑھنے والے کے تخیل کے لیے پرواز کی گنجائش قائم رکھی۔

۶۔ شرح : میں نالہ و فریاد کیوں نہ کروں ؟ اگر رکتا اور چپ ہوتا ہوں تو محبوب کہتا ہے : کیا سبب ہے، اس کی آواز کان میں نہیں آتی ؟ کیا وہ مر گیا یا دیس چھوڑ کر پردیس چلا گیا ؟ میری فریاد اسے بھلی معلوم ہوتی ہے لہذا میں برابر چپ رہتا ہوں۔

۷۔ شرح : چارہ گر کے عقل و فہم پر حیران ہیں۔ فرماتے ہیں، کہ میں نے مانا، تجھے دل کا داغ نظر نہیں آیا، لیکن اس کی بُو تو سونگھی جاسکتی ہے۔ داغ کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے کہ گوشت جلے اور اس کی بُو آ جائے۔ افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر داغ اتنا نمایاں نہیں، جسے بیک نظر دیکھا جاسکے تو کم از کم اس کی بُو سے تو پتا لگایا جاسکتا ہے، لیکن یہ چارہ گر کیسا ہے ؟ نہ داغ دیکھ سکتا ہے نہ بُو سونگھ سکتا ہے۔

۸۔ شرح : ہم عشق میں از خود رفتگی کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں اپنے حال کی بھی کچھ خبر نہیں ملتی۔

یقیناً بخود ہی میں ایک مقام ایسا بھی آ جاتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھی بالکل بھول جائے۔ اس کا تجربہ ان لوگوں کو بار بار ہوا ہوگا، جو معاملات پر گہرے غور و فکر کے عادی ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کچھ سوچتا ہوا